سلسلہ مطبوعات ۷

شعوری تقاضے

مولانا شوکت اللہ شاہ انصاری

www.rahimia.org

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	(جناب محمد مقبول عالم مرحوم)
جدوجہد اور نوجوان	(شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ)
فرد اور اجتماعیت	(مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)
عبادت و خلافت	(مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ)
مولانا محمد الیاس دہلوی کا تصور دین	(مفتی سعید الرحمان)
غلبہ دین اور عبادات	(چوہدری افضل حق مرحوم)
ثنائے خداوندی	(چوہدری افضل حق مرحوم)
صدائے فکر و عمل	(چوہدری افضل حق مرحوم)
ارکان اسلام	(چوہدری افضل حق مرحوم)
اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط	(مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)
لرزہ خیز انتقام کی داستان	(مولانا محمد میاںؒ)
وقت کی قدر و قیمت	(مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)
اجتماعی زوال کے اسباب	(مولانا محمد تقی امینیؒ)
ولی اللہی نظام فکر	(مفتی عبد الخالق آزاد)
تاریخ اسلام	(مولانا عبید اللہ سندھیؒ)
انسان اور نفسیاتی عوامل	(مولانا محمد تقی امینیؒ)
جدوجہد آزادی کا رہنما ادارہ	(مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ)

www.rahimia.org

حرف اول

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احباب فکر کے پر خلوص تعاون کی بدولت شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن اپنی فکری اشاعتی شاہراہ پر رواں دواں ہے چنانچہ اب تک اس کی نگرانی میں کئی ایک مفید فکری کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔

زیر نظر پمفلٹ (ضروری رد و بدل کے ساتھ) اس خطبۂ استقبالیہ پر مشتمل ہے جو تحریک آزادی کے نامور رہنما اور حضرت شیخ الہند کے ساتھی ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے صاحبزادے مولانا شوکت اللہ شاہ انصاری مرحوم نے جمعیتہ علماء ہند کے گیارہویں اجلاس منعقدہ ۳ تا ۵ مارچ ۱۹۳۹ء بمقام دھلی ارشاد فرمایا تھا۔

خطبہ کی فکری تازگی نصف صدی گزر جانے کے باوجود سدا بہار ہے اور اس میں جو نکات زیر بحث لائے گئے ہیں وہ آج بھی غور و فکر کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور نصف صدی قبل کہا جانے والا یہ بصیرت افروز جملہ " آج دنیائے اسلام کی نجات مغربی سامراج کی تباہی میں مضمر ہے" تو اس وقت پورے عالم اسلام میں گونج رہا ہے۔ یہ وہ ولی اللہی بصیرت ہے جو نوجوانوں میں منتقل کرنا ہماری ذمہ داری ہے' اور اسی فریضہ کی انجام دہی میں ہم آپ کے تعاون کے خواستگار ہیں۔

چیئرمین

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

نام کتابچہ	شعوری تقاضے
کاوش	مولانا شوکت اللہ شاہ انصاری
طابع	شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

مارچ 1995ء

جملہ حقوق بحق فاؤنڈیشن محفوظ ہیں

فہرست

	صفحات
دھلی کی اہمیت	۴
جمعیتہ العلماء ہند	۵
انقلاب سے کیا مراد ہے	۷
دنیائے اسلام	۹
سامراجی سازشیں	۱۰
اسلامیان ہند	۱۱
ہندوستانی قومی تحریک	۱۲
بے دینی اور دہریت کا خوف	۱۴
سوشلزم	۱۶
بعض دیگر اہم امور	۱۹
تتمہ کلام	۲۲

www.rahimia.org

دھلی کی اہمیت

مجھے خوشی ہے کہ ایسے اہم موقع پر آپ اس شہر میں جمع ہوئے ہیں جو آج ہی نہیں بلکہ صدیوں سے مسلمانوں کی تہذیب اور تمدن اور ان کی سیاسی اور معاشی فکر کا گہوارہ رہا ہے ۔ گذشتہ دور میں بارہا سلاطین اسلام نے اس دارالسلطنت میں بیٹھ کر بڑے بڑے فیصلے کئے ہیں اور فقہائے ملت اور مفتیان دین بڑے بڑے اہم موقعوں پر اس مرکز میں مشورے کے لئے جمع ہوئے ہیں ۔ آپ ہی کے سلف کی صحیح ہدایات اور رہبری کی بدولت مسلمانوں نے تقریباً سات سو برس اس ملک کو اپنی تمدنی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا ۔ علماء ہند ہی کے تفقہ فی الدین کا کرشمہ تھا کہ ہندوستان کی مختلف قومیں اور مذاہب ایک سیاسی محور پر جمع ہوئے اور اسلامی عہد میں ہمارے وطن کی سماجی بیگانگی سیاسی ، تمدنی اور کلچرل وحدت سے بدل گئی جس کی بدولت ہم آج ہندوستان میں قومی اور وطنی تحریک کی شاندار اور مستحکم عمارت بنانے میں کامیاب ہو رہے ہیں ۔

دہلی کے ایک شہری کی حیثیت سے مجھے اس خیال سے بڑی مسرت ہوتی ہے کہ پرانے زمانے کی روایات کے مطابق ہمارے شہر نے مسلمانان ہند کی جملہ ترقی پسند تحریکوں اور وطنی آزادی کی جدوجہد میں برابر پرجوش حصہ لیا ہے بلکہ یہ دعوے غلط نہ ہو گا کہ بیسویں صدی عیسوی میں مسلمانان ہند کی سیاسی اور مذہبی بیداری کی تحریکیں اسی شہر سے شروع ہوئی ہیں یا کم از کم ان کا ہیولا اسی شہر میں تیار ہوا ۔ جنگ بلقان ، تحریک خلافت و ترک موالات ، غرض کہ ہر آزادی کی جدوجہد کا سانچہ یہیں اور آپ کے ہاتھوں سے ڈھلا ۔ آپ کو خوب یاد ہو گا کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کی صحیح روحانی تربیت کے خیال سے نظارہ المعارف القرآنیہ کی بناء اسی شہر میں ڈالی گئی ، جس کی بدولت ہمارے دینی اور دنیوی پیشوا ایک مرکز پر آ گئے اور اس قران لسعدین کا مجموعی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی جماعت صرف مذہبی امور کے لئے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو منظم کرنے کے لئے وجود میں آئی اور آپ تفقہ فی الدین کے

www.rahmia.org

علاوہ ایثار و قربانی کا عملی درس دینے لگے ۔ مجھے اس امر پر روحانی مسرت ہے کہ جمعیت کی ازسرنو تنظیم اور دوسرے اہم مسائل کا فیصلہ کرنے کے لئے آپ اس مبارک مرکز میں جمع ہوئے ہیں جہاں حضرت شیخ الہند حکیم اجمل خان صاحب' مولانا محمد علی جوہر اور ڈاکٹر انصاری کا روحانی فیضان آج بھی کارفرما ہے ۔

جمعیتہ العلماء ہند

ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کے بعد سے آج تک علماء اسلام کی کارروائیوں اور اعمال میں ایک محکم فکر اور تواتر پایا گیا ہے ۔ انگریزی حکومت کے قیام کے بعد جب عمرانی انتشار کی وبا پھیلنی شروع ہوئی اور اس ملک کے بسنے والے سیاسی اور سماجی لامرکزیت کا شکار ہونے لگے اس وقت بھی آپ کے سلف اس جستجو سے بے خبر نہ تھے جو وطنی جدوجہد کی محرک ہے چنانچہ انہوں نے ملکی آزادی کی ہر تحریک کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور غیر مسلم ہندی اقوام کے ساتھ اس معاملہ میں برابر تعاون کیا ۔

اس ملک کی خوش قسمتی ہے کہ گذشتہ جنگ سے کچھ قبل ہندوستان کی کھوئی ہوئی مرکزیت کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال ایک متعین اور موثر پروگرام کی شکل اختیار کرنے لگا ۔ یہ کہئے کہ ہندوستان کی نئی متحدہ قومیت کی تحریک نے آپ کے اسلاف کے خوابوں کی تعبیر پیش کی ۔ چنانچہ اس ملک کی مختلف اقوام کو ایک نئی ذہنی وحدت اور استبداد کے خلاف عملی جدوجہد پر مجتمع ہوتے دیکھ کر آپ نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آپ بھی آزادی وطن کے جہاد میں شریک ہو گئے ۔ ہم سب کے لئے موجب مسرت ہے کہ حسب امید جمعیتہ العلماء ہند نے مسلمانان ہند کی اس جدوجہد میں راہ نمائی کی اور آج ہم فخر کے ساتھ اعلان کر سکتے ہیں کہ آپ کی سیادت میں آزادی کی گذشتہ لڑائی میں مسلمانان ہند نے اپنے تناسب سے زائد ایثار و قربانی کا ثبوت دیا ہے اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خود جمعیت کے ایک دو نہیں بلکہ صدہا اراکین اس لڑائی کی صف اول میں برابر لڑتے رہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ

www.rahimia.org

جمعیت ' اسلامیان ہند کے مخصوص حقوق اور اقلیتوں کے تحفظات کے لئے برابر سینہ سپر رہی ۔ چنانچہ اسی کی مساعی کا نتیجہ ہے کہ کانگریس نے کراچی کی تجویز میں اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی تشریح کی اور اس طرح مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کر لئے گئے غرض کہ جمعیت قومی اور ملی محاذ پر برابر تن دہی سے کام کرتی رہی اور آج حضرت ناظم میرے بزرگ الحاج مولانا احمد سعید صاحب بجا طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ " جمعیتہ العلماء ہند ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے مسلمانوں کی ہمیشہ صحیح راہ نمائی کی ہے اس کی بیس سالہ تاریخ میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں اس نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کی ہو " ۔ آج آپ کی حیثیت مسلم عوام کی رہنمائی اور وطنی آزادی کی جدوجہد میں ایک مستند اور ٹکسالی ہو چکی ہے ۔

اجلاس مراد باد میں کانگریس کی شرکت کا سوال پیش ہوا تو آپ نے نہایت صفائی اور دیانت داری سے اس کا اعلان کر دیا کہ " جمعیت علماء ہند کے سامنے اس یوم کے تاسیس سے لے کر آج تک ایک ہی مسئلہ اہم رہا ہے اور وہ صرف ہندوستان میں نظام شرعی کا قیام ہے ۔ چونکہ نظام شرعی کا قیام بدون انقلاب ناممکن العمل ہے اس لئے ہم نے اس ملک کی اکثریت کے ساتھ اشتراک عمل کیا تاکہ ہونے والا انقلاب قریب ترین ہو جائے ہم نے ہمیشہ اس امر کا صراحتا اعلان کیا ہے کہ ہم جنگ کرنے والی پارٹی کے ساتھ اشتراک عمل کریں گے ۔ خواہ وہ کانگریس ہو یا سوشلسٹ اور کمیونسٹ ہو ۔ فرض کیجئے کہ اگر کانگریس اپنے ہتھیار کھول دے اور حکومت برطانیہ سے تعاون کر لے تو کیا ہم کانگریس سے الجھے رہیں گے ؟ نہیں بلکہ ہم کسی ایسی پارٹی کو تلاش کریں گے جو ہمارے حقیقی مقصد یعنی مکمل انقلاب کو ہم سے قریب کرنے والی ہو " ۔

(بیان حضرت ناظم مطبوعہ تیج ۲۶ اگست ۱۹۳۷ء)

میرے محترم بزرگو! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے اس بے لوث اور بے باکانہ جذبۂ آزادی کے سامنے اپنا ہدیہ عقیدت پیش کروں ۔ مجھے اس کا اطمینان ہے کہ ملک کی بہت سی دوسری جماعتوں کی طرح آپ کے سامنے آزادی کی پر پیچ منزلوں سے گھبرا کر پیچھے ہٹنے کا کوئی سوال نہیں ۔ آپ کی جماعت صرف آگے جانے اور ہندوستان کو کامل آزادی کی انتہائی منزل تک پہنچانے کے لئے بنی ہے ۔

بزرگان قوم! آج ہمارے ماحول کا تقاضا ایک بہت بڑا سیاسی اور سماجی انقلاب معلوم ہوتا ہے ہمارے بلکہ دنیا بھر کے معاشرہ کی نبض اس کا پتہ دیتی ہے کہ ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر لازماً ایک بہت بڑی تبدیلی سے دوچار ہونے والے ہیں ۔ بقول حضرت ناظم ہم مکمل انقلاب کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور خود نظام شرعیہ کا قیام بدون انقلاب ناممکن ہے ایسی حالت میں ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم اس سیاسی اور سماجی انقلاب کے متعلق غور کریں کہ اس کی ماہیت کیا ہے، کیسے واقع ہو گا، ہم میں سے کون کیوں اور کس طرح اس میں حصہ لے سکتا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم ان مبادیات کو صاف نہ کرلیں ہمارا منزل مقصود کی طرف بڑھنا بہت دشوار ہے ۔

انقلاب سے کیا مراد ہے

لغوی معنوں میں انقلاب ایک بہت بڑی تبدیلی کو کہتے ہیں تاریخی اصطلاح میں انقلاب سے مراد وہ سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی تبدیلی ہے جو مروجہ نظام تمدن کو بدل کر بالکل نیا نظام تمدن وجود میں لائے آج سارے جہاں میں ایک اسی قسم کی انقلابی فضا ہے اور دنیا ایک نئی کروٹ لے رہی ہے جس کی بدولت ہزاروں برس کا پرانا نظام تمدن آئندہ غیر محدود زمانے کے لئے بدلنے والا ہے ۔ اس تاریخی تقاضے کو پورا کرنے میں ہم مسلمان اور ہندوستانی ہی نہیں بلکہ جملہ اقوام عالم بلا لحاظ ملک و مذہب شریک ہیں ۔ بہت سے مفکر اس تاریخی تقاضے کو لابدی اور اٹل سمجھتے ہیں ۔

مجھے اس رائے سے اتفاق نہیں ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ معاشرہ کے تاریخی حالات نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ ایک انقلاب ممکن الوقوع اور تاریخی اعتبار سے ضروری ہے مگر بہر نوع اس سماجی انقلاب کا موضوع اور اس کے محرک انسان اور ان کا ماحول ہے اور انسان اپنے ماحول کے بدلنے اور نہ بدلنے دونوں پر قادر ہے ۔ جبر کا اس میں کوئی پہلو نہیں ۔ ایک صحیح معاشرتی انقلاب صرف شعوری طور پر وجود میں آسکتا ہے اور آج کے صنعتی دور میں انقلاب ایک علم و فن کی حیثیت رکھتا ہے ۔

اس وقت ہمیں اور آپ کو یہ غور کرنا ہے کہ آخر پرانے نظام کو بدلنے کی ضرورت کیوں واقع ہوئی ہے ؟ اس کا جواب صاف اور سیدھا ہے ۔ آج دنیا کو پرانے نظام کو بدلنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ سرمایہ داری کا مروجہ نظام انسان کو خوش حالی اور ترقی کی راہوں پر آگے لے جانے سے قطعاً معذور ہو گیا ہے ۔ سرمایہ داری کی بدولت انسان ذلت اور پستی کی اس آخری منزل پر پہنچ گیا ہے جہاں تحکم اور نفع کی خاطر انسانی روحانیت اور اخلاق تک خریدنی اور فروختنی اشیاء سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔ سرمایہ داری کی آخری اور وحشتناک صورت سامراج یعنی استعماری حکومت کا طریقہ ہے جس نے اپنے وطن کے صنعتی مزدوروں کو پابند ' بے بس اور غلام بنا کر ایشیا اور افریقہ کی قدیم اقوام کو اپنے استحصال کا ذریعہ بنا لیا ہے اور ان براعظموں کی زندگی مغربی ممالک سے بھی زیادہ ابتر ہے ۔ آج مغرب اور مشرق یعنی ارض انسانی غاصب و مغصوب اور ظالم و مظلوم کے دو ٹوک حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے اور ہم ایشائی اور افریقی بہت سے طبقاتی اور تمدنی اختلافات ہوتے ہوئے بھی استعمار کے رشتہ سے ایک دوسرے سے لامحالہ طور پر منسلک ہو گئے ہیں اور دنیا کی اس جدوجہد میں شریک ہونے کے لئے تاریخی طور پر مجبور ہیں جو ایک نئے انسانی تمدن کی بنیاد قائم کرنا چاہتی ہے جس میں پہلی بار انسان فرقوں اور طبقوں کی زنجیروں سے آزاد ہو کر صحیح اخوت اور مساوات کی زندگی بسر کرنے کے لئے ایک طور پر مجبور ہو گا ۔ یہ جدوجہد اقتصادی سطح پر ہی نہیں بلکہ اخلاقی قدروں کے لئے بھی جاری ہے

۔ آج مذہب اور صحیح روحانیت ' لا محدود نجی ملکیت اور تفوق مدارج کی آلائشوں سے پاک ہونے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور یہ جدوجہد ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں جاری ہے اس وقت جب ہم آپ اس اجلاس میں جمع ہیں چین ' اسپین اور فلسطین کے کروڑوں نفوس اس انسانی اور تاریخی جدوجہد کی ایک فیصلہ کن منزل میں ہیں ۔ شام ' حبش اور خود یورپ اور امریکہ کے محنت کش طبقے درجہ بدرجہ یہ منزلیں طے کر رہے ہیں اور استعمار اور سرمایہ داری سے نبرد آزما ہیں ۔ غرض کہ ہمارے قومی اور ملی سوال حتیٰ کہ خود مذہب اور اخلاق کی کش مکش سمٹ کر بین الاقوامی انسانی جدوجہد میں مرکوز ہوتی جا رہی ہے ۔ دوسری طرف غاصب قوتیں انتہائی ہوشیاری اور بے ضمیرپن سے انسان کو فریب دے کر اپنے قدم جمائے رکھنے کی ان تھک کوششوں میں مصروف ہیں جس کی بدولت حکمراں طبقے اپنی اپنی قوموں میں جارحانہ وطنیت اور جنگ جوئی کا جذبہ بڑھا رہے ہیں اور ایک پہلے سے بھی زیادہ تباہ کن ' بھیانک اور خونخوار جنگ کا نقشہ دنیا کے سامنے ہے ۔

انسانی ماحول کی اس انقلاب انگیز فضا اور متصادم قوتوں کے ابھرنے کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ہمارے سوچ بچار کے طریقے اور خود ہمارے منطق اور فلسفہ کے بنیادی نظریئے بدل رہے ہیں اور جو لوگ پرانے استقرائی منطق اور جامد اور غیر متحرک تصورات کے عادی ہیں وہ اس کرہ ارضی کی انقلابی حرکت اور نموء اور تغیرپذیری کے سمجھنے میں عاجز اور لاچار ہوتے جا رہے ہیں ۔

دنیائے اسلام

اس انقلاب انگیز فضا میں مسلمانان عالم ایک اہم اور فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں جغرافیائی اعتبار سے مراکش سے لے کر چین تک ان کا مرتب سلسلہ پایا جاتا ہے ' جسے مغربی استعمار نے منتشر کرنے کی بار بار کوشش کی ہے ۔ انیسویں صدی سے آج تک مغربی سرمایہ داری اور یورپین سامراج دنیائے اسلام کی تخریب میں مصروف ہے

www.rahnia.org

اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے عالم اسلام کو ہر لحاظ سے اپنا پابند اور آزادی اور اقتدار سے محروم کر دیا ہے آج دنیائے اسلام کی نجات مغربی سامراج کی تباہی میں مضمر ہے چنانچہ عراق ' یمن ' شام ' فلسطین اپنے آپ کو مغربی استعمار سے آزاد کرانے کی فکر کر رہے ہیں۔ چین کے مسلمان اس جدوجہد میں انقلابی جماعتوں کے ہمراہ جاپانی حملہ آوروں کے خلاف سینہ سپر ہیں۔ افریقہ کے مسلمانوں میں عام بیداری اور جدوجہد کے آثار پائے جاتے ہیں۔ حبش اور طرابلس کے مسلمانوں نے برابر اطالوی استعمار کی مخالفت کی ہے۔ تونس ' الجزائر ' مراکش کے مسلمان فرانسیسی استعمار کے خلاف کھڑے ہو رہے ہیں۔ البتہ فرانکو (GENERAL FRANCO) نے ہسپانوی مراکش کے مسلمانوں کو مذہب کے نام پر دھوکہ دے کر اور قرطبہ اور غرناطہ کی واپسی کے سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔

سامراجی سازشیں

فرانکو کی طرح دوسری استعماری حکومتیں بھی دنیائے اسلام پر اثر ڈالنے کی اور مسلمانوں کو انقلابی اور جمہوری جدوجہد سے علیحدہ رکھنے کی فکر میں ہیں چنانچہ مسلمان جاگیری امراء اور دوسرے سامراجی ایجنٹ ہر ملک میں سرگرم ہیں۔ روسی مہاجرین اور "شرفاء" خصوصیت سے اس کام پر مامور کئے گئے ہیں۔ آپ کو غالباً اس کا علم ہو گا کہ جاپانی شہنشاہیت پرستوں نے حال ہی میں اسی خیال سے ٹوکیو میں ایک مسجد اور مدرسہ عربی مطبع قائم کیا ہے اور چین میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے تاکہ چینی مسلمان فوجی جدوجہد اور جاپان کا مقابلہ کرنے سے باز رہیں۔ مسولینی (MUSSOLINI BENITO) نے حضرت شیخ سنوسی کو سولی پر لٹکانے کے بعد بعض وظیفہ خوار طرابلسی مسلمانوں سے سیف الاسلام کا لقب حاصل کیا ہے۔ مصر و یمن بلکہ فلسطین اور عراق میں بھی اٹلی کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ جرمن فاشسٹ ایجنٹ بکثرت دنیائے اسلام میں مصروف ہیں اور اسلامی تعلیمات اور فاشزم میں تطابق

www.rahimia.org

کرنا چاہتے ہیں ۔ گذشتہ سال نیور مبرگ کانفرنس (Conference Nuremberg) میں سو سے زیادہ عرب مندوبین ہٹلر کی دعوت پر جرمنی گئے تھے ۔

جاپان ' اٹلی اور جرمنی کی طرح برطانوی استعمار بھی دنیائے اسلام کے دینی اور مذہبی جذبہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور اس فکر میں ہے کہ خلافت اسلامیہ کے جلیل القدر منصب کو کسی ماتحت اسلامی فرمانروا کے سپرد کردے تاکہ خلیفہ اسلام کی وہ حیثیت ہو جائے جو ہندوستان کے والیان ملک کی ہے دوسری طرف محکوم مسلمان اور قوموں اور خصوصیت سے ہندوستان میں برطانوی استعمار نے قومی جدوجہد کو کمزور کرنے کے لئے "تہذیبی تقسیم" کے بے بنیاد منصوبوں میں مسلمانوں کو الجھانا شروع کیا ہے ۔

اسلامیان ہند

دنیا کی استعماری اور جمہوری طاقتوں کی کشمکش میں اسلامیان ہند کئی اعتبار سے اہمیت رکھتے ہیں ۔ تعداد کے لحاظ سے مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہندوستان میں آباد ہے اس کے علاوہ مدت سے دنیاء اسلام کی سیاسی اور ترقی پسند تحریکات سے ہندوستان کے مسلمانوں کو تعلق رہا ہے ۔ برطانوی استعمار کی بین الاقوامی پالیسی کا تمام تر انحصار ہندوستان کے مادی اور تجارتی وسائل اور اس ملک کی عام سیاسی فضا پر ہے ۔ ایسی حالت میں ہندوستانی مسلمانوں کا رویہ عام جمہوری تحریک کے لئے ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے چنانچہ گذشتہ پچاس برس سے برطانوی استعمار کی مسلسل اور منظم کوشش رہی ہے کہ مسلمانان ہند استعمار دشمن راہوں سے بے خبر ہو کر زندگی بسر کرتے رہیں ۔

سماجی اعتبار سے مسلمانان ہند دو متصادم طبقوں سے مرکب ہیں ۔ ایک طرف بڑے بڑے جاگیردار اور والیان ملک اور سرکاری ملازم و پنشن یافتہ لوگ ہیں جو بلا واسطہ برطانوی سامراج کے مفاد سے منسلک ہیں دوسری طرف مسلم عوام ہیں جن کی

www.rahimia.org

حیثیت آئے دن گرتی جاتی ہے اور اس عالمگیر کساد بازاری میں غیر معمولی طور سے خراب ہو گئی ہے۔ مسلمانوں میں متوسط طبقہ کے لوگ بہت کم ہیں اس سماجی تقسیم کا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اعلیٰ طبقہ ہر جمہوری اور ترقی پسند تحریک کی مخالفت کرتا ہے اور مسلم جمہور بلا تامل انقلابی تحریکوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

مسلمانان ہند کے کلچرل اور تمدنی سوالات پر بھی اس بنیادی سماجی تقسیم کا اثر پڑتا ہے۔ اب تک مسلمانوں کا کلچر اور تمدن جاگیری عناصر کا پابند رہا ہے۔ چنانچہ اب جاگیری عناصر "تمدنی تحفظات" کے پردے میں مسلمانوں کی سیاست پر حاوی ہونا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف استعمار کے سیاسی اداروں کی بدولت مسلم جمہور پر شہر کے پڑھے لکھے اور جدید تعلیم یافتہ مسلمان حاوی ہیں۔ مسلمانوں میں علماء کی ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے برطانوی استعمار سے کوئی علاقہ نہیں رہا ہے اور جاگیری طبقہ کے اثر سے آزاد ہے۔

مسلمانوں کی اس سماجی تفرق اور اختلاف ذہنیت کا اثر ہندوستان کی وطنی آزادی کی تحریک پر بھی پڑتا ہے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندو سماج منجملہ اور سماجی طبقوں کے تجارت پیشہ اور متوسط عناصر سے مرتب ہے جس کی وجہ سے ہندو سماج کا خمیر مسلمانوں سے مختلف ہو گیا ہے اور اس سماجی اختلاف کی وجہ سے وہ سوالات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے ایک طرف فرقہ پرست اور دوسری طرف برطانوی استعمار فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور اب تک اٹھاتا رہا ہے۔

ہندوستانی قومی تحریک

ہماری وطنی آزادی کی تحریک برطانوی استمار کی کارفرمائیوں کا جواب ہے اور ان سماجی طبقوں پر مشتمل ہے جن کے مفاد بلا واسطہ یا بالواسطہ برطانوی سامراجی مفاد سے ٹکراتے ہیں۔ یہ کہئے کہ ہندوستانی قومیت ایک قسم کا متحدہ محاذ ہے جس میں کسان، مزدور اور عام چھوٹی حیثیت کے ہندوستانیوں کے علاوہ کچھ متوسط الحال اور

صنعتی سرمایہ دار بھی شامل ہیں اس لئے کہ ہندوستانی سرمایہ کو بھی برطانوی سرمایہ کے اقتدار سے صدمہ پہنچتا ہے اور اسے ابھرنے کا موقع نہیں ملتا۔

یہ ہماری تاریخی بدقسمتی ہے کہ ہمارے سرمایہ دار نے ایسے دور میں جنم لیا جب دنیا سے سرمایہ کا ترقی پسند پہلو مٹ گیا۔ اس لئے وہ ان معاشری اصلاحات سے معذور ہے جو یورپ اور بالخصوص انگلستان کے سرمایہ دار نے اپنے ابتدائی دور میں دنیا کو دیا تھا۔ ہمارا صنعتی سرمایہ دار نہ جاگیریت کو مٹانا چاہتا ہے' نہ جمہوریت قائم کر سکتا ہے مزدوروں کی مزدوری بڑھانا کیا معنی وہ ان کی انجمنوں اور ہڑتال کرنے کے ابتدائی حق کو بھی گوارا نہیں کرتا۔ اسے توہمات سے بھی کچھ بیر نہیں۔ ایسی حالت میں ہندوستانی سرمایہ دار کا بنیادی منشاء قومی تحریک سے یہ ہے کہ کسی اعتدال پسند لیڈر کے پردے میں عوام کو ابھارے اور عوام کے دباؤ سے استعمار کو معمولی سیاسی اور اقتصادی مراعات دینے پر مجبور کر دے لیکن اس کے ساتھ اس کا برابر لحاظ رکھے کہ کسان' مزدور اور چھوٹی حیثیت کے ہندوستانی اپنے مفاد اور جمہوری جدوجہد کے متعلق آزادانہ طور پر سوچنے نہ پائیں۔ جن مظاہرات کو آپ آئے دن فرقہ پرور تعصبات سے تعبیر کرتے ہیں وہ دراصل ہندوستانی سرمایہ اور برطانوی استعمار کے تاریخی حدود کے مظاہرے ہیں اور اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

لیکن بایں ہمہ ہم یہ نہیں بھول سکتے کہ ہندوستانی سرمایہ دار اور اس کے ترجمان ہندوستان کو اس وقت آگے ضرور لے جانا چاہتے ہیں اور ان کی اصلاح پسندی کا پہلو بھی ہے۔ اسی ترقی پسندی کے تقاضے سے کانگریس نے اپنے اجلاس کراچی میں مسلمان اور دوسری اقلیتوں کے حقوق اور تحفظات تسلیم کر لئے ہیں بلکہ انہیں "بنیادی حقوق" کا درجہ دیا ہے اور ان حقوق کو بار بار دہرا کر ان پر مہر تصدیق لگا دی ہے دوسری طرف کانگریس کی ترقی پسند پالیسی سے مزدور اور کسانوں میں عدیم المثال بیداری ہو رہی ہے یعنی ان حقوق اور تحفظات پر عمل پیرا ہونے کی ضمانتیں پیدا ہو رہی ہیں اور اس کا کوئی خطرہ نہیں رہا ہے کہ کوئی استعمار دشمن جماعت ان تسلیم شدہ

حقوق کو بھلا دے۔

ایسی حالت میں میرا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو استعمار دشمن محاذ میں شریک ہو کر ان جمہوری عناصر کو مضبوط کرنا چاہئے جو چھوٹی حیثیت کے طبقوں کے ترجمان اور مسلم جمہور کے مفاد سے زیادہ تر قریب ہیں۔ خود کانگریس کی منظور کردہ پالیسی پر کانگریس کو عمل کرنے کے لئے مجبور کرنا ہندو فرقہ پرستی کے خوف کا بہترین اور موثر ترین جواب ہے۔ کاش مسلمان اس حقیقت سے باخبر ہوں کہ وہ کانگریس کی عملی کارروائیوں سے دور رہ کر ترقی پسند عناصر کو کمزور اور قومی جدوجہد کو رجعت پسندی کے حوالے کرتے جا رہے ہیں۔

بے دینی اور دہریت کا خوف

میں حیران ہوں کہ آج بعض حلقوں میں اسلام کے مطالعہ کے معنی اس قدر ہیں کہ ہم کسی نہ کسی طرح موجودہ معاشری مسائل کے تاریخی مطالعہ اور ان کے حل کرنے اور موجودہ انسانی جدوجہد میں حصہ لینے سے باز رہیں۔ کیا آپ کو یا کسی صحیح الدماغ مفکر کو اس حقیقت کے ماننے میں تامل ہو سکتا ہے کہ آج محکوم قوم کی ہر ملکی و وطنی جدوجہد اس دور کی انسانی جدوجہد کی کڑی ہے اور اسلام کے صحیح تاریخی تقاضے کو پورا کرتی ہے۔ کج بحثی کا ایک مستقل اور بے معنی طومار اس کا پتہ دیتا ہے کہ ہمارے مفکر دنیائے عمل سے بہت دور ہیں اور اپنی بے عملی پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک فریب نظریہ گھڑ لیتے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ صحیح تاریخی نظریئے موجودہ زندگی کے حقائق سے مرتب کئے جا سکتے ہیں نہ کہ خیالی اور تصوری دنیا میں رہ کر۔ بہت سے ہندوستانی مسلمان مفکرین ایسے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ اسلام کے اجتماعی اور معاشی نظریوں میں کوئی لچک نہیں۔ وہ شروع سے اس کے قائل ہی نہیں کہ اسلام کی عالمگیری کا یہ بین تقاضا ہے کہ قرآن پاک کے بنیادی اصول سامنے رکھ کر ہم ہر زمانے کی ضرورتوں کے مطابق تفصیلی قوانین بنائیں جو لوگ اعلان کرتے

ہیں کہ اسلام میں کوئی لچک نہیں ۔ شاید انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ وہ اس قول سے اسلام کی عالمگیر روح کو صدمہ پہنچا رہے ہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ قدامت پسندی بعض سہل پسند طبائع کو مرغوب ہے اور ہر انسان تبدیلی سے تھوڑا بہت گھبراتا ہے لیکن بڑی بڑی تاریخی تبدیلیاں اسلام میں بھی واقع ہوئی ہیں ۔ ایک زمانہ تھا کہ جب ملت اسلامیہ کا کام بغیر احادیث کی تدوین کے چلا ۔ اس کے بعد وہ دور بھی آیا کہ اسلام کے ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصولوں کی توضیح اور تشریح کے لئے ہمیں باضابطہ فقہ مدون کرنا پڑا ۔

محترم بزرگو ! آپ نے کبھی اس واقعہ پر بھی غور فرمایا ہے کہ جس رجحان کو آپ مجمل اور مبہم طور پر رسمی الفاظ میں بے دینی اور دہریت کہتے ہیں اس میں بسا اوقات اسلامی اصولوں کی نئی توضیح کی جستجو اور ایک غیر مرتب انقلابی جوش پایا جاتا ہے ۔ جدید " بے دینی " میں نفس پرستی اور مذہب دشمنی کا پہلو کم اور ایک جامع معاشری اور اجتماعی فلسفہ کی تلاش زیادہ ہے ۔ مسلمان نوجوان اپنے گرد و پیش کے انقلابی جذبہ سے متاثر ہوتا ہے اور حسرت سے مذہب والوں کی دنیا پر نظر ڈالتا ہے " جو کنجے گرفت و یاد خدارا بہانہ ساخت " کے مصداق معاشری سوالوں سے جی چراتے پھرتے ہیں ۔ اس بے چین مگر پاک بیں نوجوان کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ اسلام ایک دین فطرت اور بقول علامہ اقبال مرحوم ایک غیر محسوس حیاتی اور نفسیاتی عمل ہے جس کا اطلاق ہر زمانہ میں اس کے حالات کے مطابق اور ترقی پسند اور انقلاب انگیز معاشری عناصر کو سامنے رکھ کر ہو سکتا ہے ۔ اس کے مقابل وہ دیکھتا ہے کہ مذہب کی آڑ میں ہر بوسیدہ نظام تمدن اور اس کے غاصب اور قادر طبقے پناہ لیتے ہیں اور مذہب کا نام لے کر انقلاب پرست طبقوں کو ان کے تاریخی فرائض کے انجام دینے سے روکنا چاہتے ہیں پھر کیا عجب ہے کہ اپنی بے صبری میں یہ حساس نوجوان نفس مذہب سے بدگمان ہو جائے ۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان سوسائٹی میں بے دینی کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل

ہے کہ مذہبی پیشوا اس دور کے معاشری سوالات پر ملتفت نہیں ہوتے۔ تاریخ اسلام میں اس طرح کی "بے دینی" کا ظہور کوئی نیا واقعہ نہیں آپ کو جبر و قدر کے مسائل اور علم کلام کی تاریخ معلوم ہے مگر میں اس وقت صرف ایک تاریخی حقیقت پر آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کبھی آپ نے غور فرمایا کہ جب ملوکیت پرستی، نجی ملکیت اور خاندانی امارت نے اسلامی معاشرہ میں گھر کر لیا تو ایک خاص قسم کی "بے دینی" پھیلنے لگی جس کے آثار پہلے حضرت ابو ذر غفاریؓ جیسے بزرگوں میں اور اس کے بعد خوارج کی مرتب تحریک میں نظر آئے اور ان سوالوں کا صاف جواب نہ دینے کی وجہ سے ہم ایک دو برس نہیں بلکہ ہزار برس سے زیادہ ایسے تمدن میں مبتلا ہو گئے جو تاریخی اعتبار سے شاید مفید اور ضروری ہو لیکن اسے خلافت راشدہ کی روایات سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

بزرگو! آج دنیا پھر اس جنت ارضی کو واپس لانے کے لئے بے چین ہے جس کا خاکہ مخصوص حالات اور ایک محدود رقبہ میں خلافت راشدہ نے پیش کیا تھا۔ آج اس کا امکان ہی نہیں بلکہ تاریخی طور پر یقین ہے کہ اس خواب کی تعبیر دنیا کے ہر ملک میں نظر آئے گی۔ آج ہمارے موجودہ ماحول کی صورت اور اس کے لحاظ سے ہماری جدوجہد کا نقشہ بدلا ہوا ہے لیکن اس کے تاریخی منشاء کو سمجھنے میں کوئی دقت ایسے مسلمان کو نہ ہونی چاہئے جو خلافت راشدہ یعنی اسلام کے ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے صحیح تصور کو سمجھ سکتا ہے۔

سوشلزم

نوجوان مسلمانوں کی جستجو ایک معین اور مرتب معاشری فلسفہ کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے جس کا نام سوشلزم کی تحریک ہے۔ سوشلزم انسانی تاریخ کا ایک نیا فلسفہ اور معاشری زندگی کا ایک تجزیہ پیش کرتا ہے سیاسی آزادی کے لئے اس کا ایک پروگرام ہے اور سوشلسٹوں کا دعویٰ ہے کہ سوشلزم کے نظریئے اور اس کے پروگرام

میں دور حاضر اور ہماری جدوجہد کا صحیح تقاضا مضمر ہے جس طرح شہنشاہیت کا اقتضا محکوم قوموں کو دبانا اور دوسروں کو زیردست رکھنا ہے اسی طرح سوشلزم کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ محکوم اور دبی ہوئی قوموں اور لوگوں کو ابھارا اور بڑھایا جائے ۔ آپ قطعاً آزاد ہیں کہ اس فلسفہ اور تاریخی تجربہ کے ماننے سے انکار کر دیں اور موجودہ دنیا کے معاشی سوالات کو حل کرنے کے لئے ایک نیا پروگرام اور ایک نیا فلسفہ پیش کریں ۔ ایسی صورت میں ہماری سماج کی ضرورتوں کی کسوٹی اور انقلابی جدوجہد کا تاریخی تجربہ آپ کے اور اشتراکیوں کے نظریوں کو اپنی کسوٹی پر کس لے گا اور دنیا کھرے کھوٹے کو خود پرکھ لے گی ۔

ہندوستان کے سوشلسٹ آپ سے اپنے مخصوص عقائد نہیں منوانا چاہتے وہ صرف کامل آزادی کے حصول کے لئے ایک پروگرام پیش کرتے ہیں ۔ بحالات موجودہ وہ طبقاتی جنگ پر زور نہیں دیتے بلکہ جملہ مخالف استعمار طبقوں کو متحد کرکے سامراج سے موثر جنگ کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ ضرور ہے کہ گزشتہ جدوجہد کے تجربہ کی روشنی میں وہ بجائے اعلیٰ طبقوں کے مزدور، کسان اور چھوٹی حیثیت یعنی استحصال زدہ طبقوں کے اتحاد و تنظیم اور ان کی کانگریس میں شرکت پر زور دیتے ہیں ۔

میں یہ نہیں مانتا کہ ہم اور آپ اس تجربہ کو بھی ماننے کے لئے مجبور ہیں لیکن پھر اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو ایک طرف اپنی گزشتہ تاریخ اور اپنے مفاد کو بھلا کر آزادی کی جدوجہد کا ذمہ لینا پڑے گا اور دوسری طرف دستور پرستی و اصلاح پسندی کا علاقہ انقلابی جدوجہد سے ملانا پڑے گا جو ناممکن ہے ۔

میرا یہ منشا نہیں ہے کہ آپ اشتراکیت کو اپنا لیں ۔ لیکن میری یہ مودبانہ گزارش ضرور ہے کہ آپ پہلی فرصت میں سوشلزم کے متعلق اپنی ناواقفیت دور کریں ۔ یہ صحیح ہے کہ سوشلزم کا مارکسی فلسفہ مادیت پر مبنی ہے اور اس کے ارتقاء کی ایک بسیط تاریخ ہے جس سے یہاں بحث کرنا دور از کار ہے ۔ بہرنوع اس " مادیت " کو نفس پرستی اور تن پروری یا خلاف اخلاق و مذہب اعمال سے کوئی سروکار نہیں ہے

"مارکسی مادیت" تاریخ ارتقاء انسانی کا ایک نظریہ ہے جس کی بحث خالصتاً نظری اور اصولی ہے۔ میرے نزدیک علم تاریخ میں جس باب کا علامہ ابن خلدون نے آغاز کیا تھا' مارکس (Karel Marx) اسے مروجہ علوم اور سائنس کی مدد اور حکیمانہ حیثیت سے تکمیل تک پہنچا دیتا ہے۔ اقتصادیات میں مارکسیت نے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل حل کئے ہیں اور علم انسانی کو استحصال زدہ اور محروم دنیا کی حمایت میں استعمال کرکے اور طبقاتی جدوجہد کے تاریخی بل بوتے پر محنت کش طبقہ کو ایسا حکیمانہ ہتھیار دیا ہے کہ آج اس کی بدولت روس نے نظام سوویت قائم کیا ہے۔

سوشلسٹوں کی مذہبی پالیسی کے متعلق اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ وہ آپ کے مذہبی عقائد اور دینی اعمال سے کوئی تعارض نہیں کرنا چاہتے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج جرمن فاشسٹ حکومت کی مذہبی مداخلت کے مقابلہ میں سوشلسٹ عیسائی پادریوں کے ساتھ مذہبی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور اگر آپ کے بنیادی حقوق اور تحفظات میں رخنہ اندازی کا خدشہ ہوا تو میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے سوشلسٹ آپ کی حمایت میں سینہ سپر ہوں گے۔ میں اپنے اس بیان کی تائید میں پنڈت جواہر لال نہرو کا عام رویہ اور مسلک پیش کر سکتا ہوں۔ حال ہی میں چینی سوشلسٹوں کی وہ مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے جو انہوں نے اپنے علاقہ کے چینی مسلمانوں کے ساتھ حسب ذیل مراعات برت کر دی ہے۔

(الف) جملہ جابرانہ محاصل منسوخ کر دیئے ہیں۔

(ب) مسلمانوں کو جبری فوجی بھرتی سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔

(ج) تمام پرانے قرضے مسترد کر دیئے ہیں۔

(د) مسلم کلچر کے تحفظ کی مؤثر تدابیر اختیار کی ہیں۔

(ہ) جاپانیوں کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی جداگانہ فوج بنائی ہے۔

(ر) تمام اسلامی فرقوں کو کامل مذہبی آزادی بخشی ہے۔

(ز) مسلمانان چین کو بیرونی ممالک کے مسلمانوں سے اتحاد قائم کرنے کی

آزادی دی ہے ۔

(منقول از تصنیف اڈگراسنو) "ریڈ سٹار اور چائنا"

بعض دیگر امور

محترم بزرگو! ان ضروری رجحانات اور مسائل کی طرف اشارہ کرنے کے بعد بعض ان امور کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جن پر ہندوستان کے مسلمان آپ حضرات کی ہدایت اور راہبری کے منتظر ہیں ۔ آج ملک و ملت کے سامنے حسب ذیل سوالات منجملہ دوسرے سوالات کے درپیش ہیں ۔

فلسطین ۔

مسلمانوں کی تنظیم ۔

جمعیتہ کی از سرنو تنظیم ۔

فلسطین فلسطین کی جدوجہد آج فیصلہ کن منزل میں ہے اور اس سلسلہ میں ایک طرف برطانوی استعمار نے انتہائی تشدد و انگیزی سے کام لیا ہے چنانچہ پچیس ہزار سے زائد برطانوی افواج فلسطین میں مصروف کار ہیں دوسری طرف برطانوی استعمار کی یہ کوشش ہے کہ دفع الوقتی کی خاطر ایک نام نہاد آزاد حکومت کا اعلان کر دیا جائے تاکہ بین الاقوامی حالات کے روبہ اصلاح ہونے کے بعد از سرنو اپنا اقتدار مطلق قائم کر لیا جائے ۔

الہ آباد فلسطین کانفرنس سے لے کر اب تک ہمارے سامنے مقاطعات ثلاثہ یعنی ولائتی مال شاہی دربار اور فوجی بھرتی کے بائیکاٹ کا پروگرام ہے ۔ ہمیں چاہیئے کہ بلا امتیاز مسلک ہم جملہ مسلماں جماعتوں کو اول فرصت میں ان باتوں پر متحد کر لیں ۔ دوسری طرف ہمیں وطن کی استعمار دشمن جدوجہد میں شرکت ہونے کی مسلمانوں کو دعوت دینا چاہیئے ۔

مسلمانوں کی تنظیم کا ایک مدت سے ہمارے سامنے سوال درپیش ہے لیکن ابھی تک اس مسئلہ کی وضاحت نہیں ہوئی کہ تنظیم سے کیا مراد ہے ۔ کیا ہم اپنے

ہموطنوں سے علیحدہ ہو کر اور فرقہ پروری کی بنیاد پر کوئی سیاسی اور استعمار دشمن صف بندی کر سکتے ہیں ؟ اگر یہ تاریخی طور پر ممکن نہیں ہے تو پھر سیاسی جماعتوں کے بنانے اور جداگانہ سیاسی پروگرام رکھنے کا خیال ہمیشہ کے لئے ترک کر دینا چاہیئے ۔

اگر مسلمان محنت کش طبقوں اور بے روز گاروں کی تنظیم کا جداگانہ خیال ہے تو یہ سوچنے کا طریقہ خطرناک اور مسلمان مفلوک الحال طبقے کے حق میں مضر ہے اس لئے کہ ان کے اور غیر مسلموں کے بنیادی مطالبے مشترک اور صرف مفلوک الحال کی حیثیت سے ہیں اور جداگانہ تنظیم کا خیال انہیں لامحالہ کمزور کر دے گا ۔ اس کے بعد مسلمانوں کی تنظیم کا سوال غیر سیاسی اور معاشرتی اور تمدنی حدود میں اٹھایا جا سکتا ہے اور ان حدود میں قابل عمل بلکہ ضروری ہے ۔ آپ نے اسے ہر قدم پر محسوس کیا ہو گا کہ ہماری تعلیمی اور معاشرتی پستی اس ملک کی ترقی کے لئے سدراہ ہے اور مسلمانوں کی عام ناواقفیت کی وجہ سے ہر قسم کے ترقی دشمن اور رجعت پسند انہیں دھوکہ دے سکتے ہیں یہ بھی مشکل بات ہے کہ کوئی نظام حکومت برطانوی سامراجی بوجھ کے ہوتے ہوئے ان کی ترقی کا ذمہ لے ۔

اس لئے ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم بالغوں کی تعلیم کا انتظام کریں اور اس سلسلہ میں تمام جماعتوں کو ملا کر اور تعلیم یافتہ نوجوانوں سے کام لے کر مدارس شبینہ (Night Schools) قائم کریں ۔ اگر اردو زبان اور ہمارے کلچر کے مٹ جانے کا خوف ہے تو اس کا بہترین ازالہ یہ ہے کہ اردو زبان کے ذریعہ عام مسلمانوں میں تعلیم بالغاں کا پروگرام شروع کیا جائے اس کے ساتھ ساتھ ہی قرضہ کے بار کو کم کرنے کے لئے ہمیں مسلمانوں میں انجمن ہائے امداد باہمی (Co - operative Societies) اور امدادی بنک قائم کرنا چاہیئے تاکہ مسلمان سود اور قرضہ سے سبک دوش ہوں اور اپنی مدد آپ کرنا سیکھیں ۔

میں آپ سے خصوصیت سے عرض کروں گا کہ اپنی زبان اور کلچر کے فنا ہونے کا خوف رکھنا اور تعمیری کاموں سے باز رہ کر قومی تعمیر کا بوجھ تمام تر دوسروں پر ڈالنا